ماہ ربیع الاول
کی شرعی وتاریخی حیثیت



مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

ناشر

دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

ماہ ربیع الاول
کی
شرعی وتاریخی حیثیت

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

ناشر
دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد

فہرس

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولنا الکریم امابعد

مضمون سے متعلق آیت

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون

آپ کہہ دیجیے! بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے وہ اس (دنیا) سے بدرجہ بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔

مضمون سے متعلق حدیث

”حدثنی امی انها شهدت ولادة آمنة ام رسول اللہ ﷺ ليلة ولدته، قالت فما شیء انظر اليه فی البيت الا نور و انی لانظر الی النجوم تدنو حتی انی لأقول ليقعن علی فلما وضعت خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتی جعلت لا اریٰ الا نوراً“(۱)

حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ (فاطمہ بنت عبداللہ) نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی، میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا، اسے نور ہی نور پایا، اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آئے جا رہے ہیں، حتی کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے، پس جب حضرت آمنہ نے حضور ﷺ کو جنم دیا، تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب در دیوار منور ہو گئے، حتی کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا“

---

(۱) الخصائص الكبری :فائدة : ۷۸/۱، دلائل النبوة لابن كثير :باب مولد رسول اللہ ﷺ : ۱۱۱/۱، البداية والنهاية :ويقال إن المستوغر هذا عاش ثلاث مائة سنة : ۲۶۴/۲ ـ معرفة الصحابة لابن نعيم :أم عثمان بن أبی العاص شهدت ولادة آمنة : ۳۵۳۹/۶، دار الوطن للنشر، الرياض

ماہ ربیع الاول

ماہ ربیع الاول اسلامی مہینوں کے اعتبار سے تیسرا مہینہ ہے، پہلا مہینہ محرم اور دوسرا صفر ہے اور تیسرا مہینہ ربیع الاول کا مہینہ کہلاتا ہے۔

ربیع کے معنیٰ بہار کے آتے ہیں اور اول کے معنیٰ پہلے کے، ربیع الاول کا مطلب ہوا پہلا موسمِ بہار، اور ربیع الثانی کا مطلب ہے دوسرا موسم بہار۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ دونوں مہینوں کے نام جس وقت تجویز کیے گئے تھے اس وقت بہار کا موسم تھا اس لیے موسم اور زمانے کی مناسبت سے ان دونوں مہینوں کے نام تجویز کیے گئے اور اس کے بعد سے یہ دونوں مہینے اسی نام کے ساتھ موسوم ہو گئے۔

اب یہ دونوں مہینے خواہ موسم بہار میں آئے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے موسم میں آئیں بہرحال دونوں مہینوں کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔(۱)

حضور پاک ﷺ کی ولادت باسعادت

اس بات میں جمہور تو جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا سال عام الفیل (جس سال ہاتھی والوں نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تھا) ہے، مہینہ ربیع الاول اور دن پیر ہے؛ لیکن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

شیخ التفسیر مولانا ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند کتاب ''سیرت المصطفیٰ ﷺ'' میں لکھا ہے کہ

> ''ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ ۱۲/ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور ﷺ ۸/ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔''

---

(۱) ماہ ربیع الاول کے فضائل و احکام: ۸

ارہاصات کا تذکرہ

شان ازل، جان ابد، شافع محشر، رسول ہاشمی، مکی ومدنی ﷺ کے تذکرے کا ایک پہلو عشق ومحبت کا ہوتا ہے تو دوسرا پہلو اتباع واطاعت کا ہوتا ہے، مومن کے لیے دونوں پہلو ضروری ہیں، البتہ دوسرا پہلو پہلے کے مقابل ضروری جس میں بندے کے لیے اصلاح واعمال کی درستگی ہے، اس مضمون میں عشق ومحبت کا ایک پہلو جو ’’ارہاصات النبی ﷺ‘‘ سے مربوط ہے ذکر کیا جائے گا، تاکہ نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت میں اضافہ ہو، کہ اس موقع پر کس طرح عناصر کائنات حرکت میں آگئیں، ہر شئ رقصاں وشاداں، کہ اس ذاتِ بابرکت کا ظہور ہونے والا ہے، جو ظلمتوں کو اجالے، تاریکیوں کو روشنی عطا کرے گا، دلوں کو نو اور نگاہوں کو بصیرت بخشے گا، وہ بے مثال اور با کمال ہوگا، نہ اس جیسا کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

حضرت آمنہ کو جس دن سے ولادتِ باسعادت کی علامات ظاہر ہوئیں، اسی دن سے بشارت وہدایات کا تانتا بندھ گیا، قدم قدم پر رہنمائی ملنے لگی، کہ آنے والا وجود مسعود بڑی عظمتوں والا ہے۔

آمد مصطفی ﷺ کی آسمانی بشارت

لطافت وسہولت کا یہ عالم تھا کہ اس عظیم امانت کا علم ہی نورانی بشارت کے ذریعہ ہوا، پہلے اس کا پتہ ہی نہ چل سکا، حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں: ’’میں سونے اور جاگنے کے درمیانی کیفیت میں تھی کہ کوئی آنے والا (فرشتہ) آیا اس نے کہا! کیا آپ کو علم ہے، کہ آپ ماں بننے والی ہیں؟ گویا کہ میں نہ جانتی تھی تو اس نے کہا آپ اس امت کے سردار اور نبی کی ماں بننے والی ہیں‘‘۔

’’آتانی آت وانا بین النائم والیقظان فقالی، هل شعرت انک حملت فکأنی اقول مادری فقال :انک قد حملت بسیّد

هذه الامة ونبيها"۔(۱)

فرشتہ کے ذریعہ اسم محمد ﷺ کی بشارت

فرماتی ہیں کہ میرے پاس آنے والا (فرشتہ) آیا اس نے ہدایت کی جب اس کی ولادت ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا، ہر حاسد وبدخواہ کے شر سے اسے اللہ واحدہ لاشریک کی پناہ وحفاظت میں دیتی ہوں، پھر اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا کیونکہ ان کا نام تورات وانجیل میں احمد ہے، زمین والے اور آسمان والے سب ان کی تعریف کریں گے، قرآن ان کی کتاب ہے۔

"اتانی فقال قولی اذا ولدتیه اعیذه بالواحد من شر کل حاسد ثم سمیه محمداً فان اسمه فی التوراة الانجیل احمد یحمده اهل السماء واهل الارض وفی القرآن محمد والقرآن کتابه" (۲)

قدموں تلے پتھر موم بن جاتے ہیں

حضرت آمنہ حمل میں جب راستہ چلتی تھیں، جو پتھر ان کے پیروں میں آتا وہ موم کی طرح نہایت نرم ہو جاتا، یہ برکت جناب رسول اللہ ﷺ کی تھی، پتھروں کے موم ہو جانے میں اشارہ تھا، آئے آمنہ تمہارے حمل میں وہ تشریف رکھتے ہیں، جو سنگ دلوں کو موم بنا کر دائرہ اسلام میں داخل کریں گے۔

---

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد: ذکر حمل آمنة برسول اللہ ا: ۹۸/۱، شعب الإيمان :فضل فی شرف أصله وطهأرة مولده ﷺ، حدیث ۱۳۸۸:۔

(۲) السيرة الحلبية :باب ذکر حمل أمه به ﷺ : ۶۹/۱، الخصائص الکبریٰ :فائدة فی بيان وفاة والده ﷺ : ۴۷/۱۔البداية والنهاية :ويقال إن المستوغر هذا عاش ثلاثة سنة : ۲۶۳/۲۔

”و کانت آمنة اذا مشت فی الدار الحجر یلین تحت قدمھا“(۱)

کنویں سے پانی قدموں پہ آپہنچا

جب حضرت آمنہ کسی کنویں سے پانی بھرنا چاہتیں تو فوراً کنویں کی تہ سے پانی نکل کر آپ کے قدموں میں بہنے لگتا ہے، پھر بلا تکلف جس قدر چاہتیں پی لیتیں اور جس قدر چاہتیں بھر لیتیں، جب آپ وہاں سے تشریف لے جاتی تو پانی کنویں کا اپنی جگہ اُتر جاتا۔

”و کانت إذا أرادت أن تسقی من البئر یطلع الماء إلیٰ فم البیر ویجری تحت قدمھا“(۲)

بادل ساتھ ساتھ چلتے ہیں

حضرت آمنہ کے سر پر ایک نورانی نہایت سفید ابر دھوپ کے وقت سایہ کرتا، اور پرندجانور اتر کر آپ کی زیارت اور آپ کے قلب مبارک سے برکت حاصل کرتے تھے۔

”و کانت عمامة النور تظل علی راسھا و الطیور تنزل من الجوّ تتبرر بفودھا“(۳)

رسم جاہلیت کا کڑا ٹوٹ گیا

ابن سعد نے کہا : مجھے واقدی نے خبر دی اور انہوں نے کہا مجھے علی بن یزید بند عبد اللہ بن وہب بن زمعہ نے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے چچی سے حدیث بیان کی کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہ جب تولید حضور ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں

(۱) أخبار الدول وآثار الاول ۱/ ۲۴۲، عالم الکتب بیروت

(۲) أخبار الدول وآثار الاول ۱/ ۲۴۲، عالم الکتب بیروت

(۳) أخبار الدول وآثار الاول ۱/ ۲۴۲، عالم الکتب بیروت

کہ مجھے محسوس تک نہ ہوا کہ حاملہ ہوگئی ہوں، اور نہ گرانی پیدا ہوئی، جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایام حمل میں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں، بجز اس علامت کے کہ میرا حیض منقطع ہوگیا تھا، اور یہ علامت بھی میرے لئے کوئی خاص وجہ حمل نہ رکھتی تھی؛ کیونکہ اس کے بغیر بھی میرے اکثر دن چڑھ جایا کرتے تھے، اور پھر حیض جاری ہو جایا کرتا تھا۔

"فو اللہ ما رأیت من حمل قط کان أخف و لا أیسر منه" (۱)

آپ فرماتی ہیں، پیر کی رات ایک شخص نے مجھے حمل کی بشارت دی، پھر دن اور مہینے گزرتے رہے، یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آگیا اور پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا، اور کہا تم یہ پڑھا کرو "اعیذہ بالو احد من شر کل حاسد" میں الہ واحد سے ہر حسد کرنے والے کی شرارت سے پناہ مانگتی ہوں، جب سے اس کلمہ کو میں برابر پڑھتی رہی، اور اس کے بعد کچھ عورتوں سے اس کا ذکر کیا، تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا ڈال لو، میں نے ایسا بھی کرلیا، مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا، میں اسے باندھتی اور پھر جلد ہی کٹا ہوا پاتی، بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کر دیا، زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ حاملہ خواتین اپنے بازو پر لوہا باندھتیں اور گلے میں لٹکالیتیں تھیں۔ (۲)

جسم اطہر خوشبوؤں کا خزینہ

حضور ﷺ کے جسم اطہر پر پڑنے والی پہلی نظر کے بارے میں مخدومہ، کائنات فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ کے جسم اقدس کو چودھویں کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے جلتے پھوٹ رہے تھے۔

نظرت الیه فاذا هو کالقمر لیلة البدر وریحه یسطع

---

(۱) سیرة ابن هشام: المتن: ۱ / ۱۵۳، شرکة الطباعة الفنیة المتحدة۔

(۲) الخصائص الکبریٰ: فائدة فی بیان وفاة والده ﷺ ۱ : ۱ / ۷۲۔

کالمسک الأذخر (۱)

مکان ولادت میں نور کی برسات

ام عثمان فاطمہ بنت عبد اللہ الثقفی اس موقع پر حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں، انہوں نے عجیب ایمان افروز مشاہدات کئے، حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ (فاطمہ بنت عبد اللہ) نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی، میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا، اسے نور ہی نور پایا، اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آئے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے، پس جب حضرت آمنہ نے حضور ﷺ کو جنم دیا، تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب در دیوار منور ہو گئے، حتیٰ کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا"۔

"حدثنی امی انها شهدت ولادة آمنة ام رسول الله ﷺ ليلة ولدته، قالت فما شيء انظر اليه في البيت الا نور واني لانظر الى النجوم تدنو حتى اني لأقول ليقعن علي فلما وضعت خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتى جعلت لا ارىٰ الا نوراً" (۲)

اسی طرح سیدہ آمنہ خود اپنا مشاہدہ بیان فرماتی ہیں: ولادت کے وقت میں نے محسوس کیا کہ ایک نور مجھ سے خارج ہوا ہے، جس کی روشنی میں شام کے محلات بھی نظر آنے لگے۔

---

(۱) السيرة الحلبية: باب ذكر حمل أمه به ﷺ: ۱/۱۷۔

(۲) الخصائص الكبرى: فائدة: ۱/۷۸، دلائل النبوة لابن كثير: باب مولد رسول الله ﷺ: ۱/۱۱۱، البداية والنهاية: ويقال إن المستوغر هذا عاش ثلاث مائة سنة: ۲/۲۶۴۔ معرفة الصحابة لابن نعيم: أم عثمان بن أبي العاص شهدت ولادة آمنة: ۶/۳۵۳۹، دار الوطن للنشر، الرياض

"لماوَلَدتُهُ خرج منی نور أضاء له قصور الشام(۱)

بدنی آلائشوں سے پاک ولادت

حضور ﷺ کی ذات اقدس جیسے ہر جسمانی عیب سے پاک اور ہر بدنی آلائش سے منزہ تھے، اور آپ ﷺ شاہکار فطرت تھے، اور ایسے ہی جانِ دوعالم حضور رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت بھی ہر آلائش سے مبرا تھی، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی صاف ستھری ولادت کا اس حد تک اہتمام کیا کہ آپ ﷺ ناف بریدہ (ناف کٹے ہوئے) اور ختنہ شدہ حالت میں پیدا ہوئے، سیرت نگار حضرات اپنی سیر میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں "ولد النبی ﷺ مختونا" مشہور محدث علامہ ابن جوزیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک بیان فرماتے ہیں کہ تاجدار کائنات حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: میرے شرف میں سے ایک یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا۔ "من کرامتی أنی ولدت مختوناً"(۲)

زبانِ حال وقال سے شہادتِ توحید ورسالت

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں، کہ جب حضور ﷺ اس کائناتِ ہست و بود میں جلوہ آراء ہوئے، تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، جب آپ کے ہونٹوں کے قریب کان کر کے سنا گیا، تو آپ شہادت توحید ورسالت کا اقرار واعلان کر رہے تھے، امام حسین بن محمد بن الحسن الدیار

---

(۱)الخصائص الکبری :فائدة :۱/۷۹، السیرة الحلبیة :باب ذکر مولده ﷺ :۱/۸۳، المواهب اللدنیة :آیات ولادته ﷺ :۱/۸۷، قسطلانی نے علامہ حجر کے حوالہ سے کہا ہے :ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲)مجمع الزوائد :باب ختانه ﷺ، حدیث ۱۳۸۵۱: علامہ ہیثمی فرماتے ہیں :اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عبدالرحمن بن عیینة وسلمة بن محارب ہیں جن کو میں نہیں جانتا، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں، علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں :اس کو ضیاء نے صحیح کہا ہے :الخصائص الکبری :فائد فی بیان وفاة الده ﷺ :۱/۹۱۔

بکری ؒ اپنی کتاب تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں :

انہ ﷺ لما وقع علی الارض وقع راسہ وقال بلسان فصیح لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ (۱)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ نے فرمایا، میں حاملہ ہوگئی؛لیکن حمل کے دوران میں نے ابتداء سے ولادت کے آخری لمحات تک کوئی مشقت محسوس نہ کی، جب آپ کا تولد ہوا تو ساتھ ہی ایک نور بھی نکلا جس سے مشرق ومغرب کے درمیان کی ساری فضا روشن ہوگئی ، آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی لی اور آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا(یہ اشارہ توحید کا تھا)

”عن ابن عباس ؓ ان أمنۃ قالت لقد حملت بہ فما وجدت لہ مشقۃ حتی وضعتہ فلما فصل منی خرج منہ نور أضاء لہ ما بین المشرق الیٰ المغرب ثم وقع علی الارض معتمداً علی یدیہ ثم اخذ قبضہ من تراب فقبضہا و رفع راسہ الی السماء (۲)

لعلِ آمنہ کی کہانی آمنہ کی زبانی

حضرت آمنہ بیان فرماتی ہیں، جب حمل مبارک کو چھ ماہ گزرے تو خواب میں ایک ہستی تشریف لائی،اس نے اپنے پاؤں کے ساتھ چھوا اور کہا،اے آمنہ! کائنات کی افضل ترین ہستی تیرے پیٹ میں جلوہ گر ہے، جب وہ متولد ہو تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا،بعد کا واقعہ بیان کرتی ہیں، کہ جب وہ لمحہ قریب آیا اور وہ کیفیت طاری ہوئی جو ایسے موقع پر

(۱)تاریخ الخمیس:ذکر بعض ما وقع حین الولادۃ: ۱/۲۰۳

(۲) دیاربکری، تاریخ الخمیس :ذکر حمل آمنۃ برسول اللہ ﷺ : ۱/۱۸۶،الخصائص الکبری : فائدۃ فی بیان وفاۃ والدہ ﷺ : ۱/۴۷، السیرۃ الحلبیۃ :باب ذکر حمل أمہ بہ ﷺ : ۱/۶۹،الطبقات الکبری لابن سعد :ذکر حمل آمنۃ برسول اللہ ﷺ : ۱/۹۸

خواتین پر طاری ہوتی ہیں، اسوقت میرے پاس کوئی نہیں تھا، اچانک میں ایک گونج دار آواز سنی، جس نے مجھ پر ہول طاری کر دیا، پھر دیکھا جیسے کسی نے سعید پرندے کے پر جیسی کوئی چیز میرے سینے پر مل دی ہے، اس سے میرا خوف جاتا رہا اور ہر تکلیف زائل ہوگئی، اس وقت میں پیاس محسوس کر رہی تھی، اچانک دودھ کی طرح مشروب میرے سامنے پیش کیا گیا، جو میں نے پی لیا، اس سے ہر چیز منور ہوگئی، جیسے مجھ سے نور پھوٹ رہا ہو، پھر میں نے لمبی لمبی عورتیں دیکھیں جیسے کھجور کے درخت ہوں، انہوں نے مجھ کو گھیرے میں لے لیا، (وہ طوالت قد میں) عبد مناف کی بیٹیاں لگ رہی تھیں، ان مشاہدات سے میں بے حد متعجب تھی، کہ اچانک زمین وآسمان کے درمیان ریشمی لباس دیکھا، کسی نے کہا اس نومولود مبارک کو لے لو، اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو، پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے، وہ چاندی کی صراحیاں لے کر ہوا میں کھڑے ہو گئے، پرندوں کی ایک جھنڈ دیکھی، انہوں نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا، ان عجیب وغریب پرندوں کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت کے تھے، اللہ پاک نے میری نگاہوں سے حجابات اٹھا دیئے، میں نے مشرق ومغرب کو دیکھ لیا، اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب تھا، جب تولد کا عمل مکمل ہوگیا تو میں نے بے مثل نومولود کو دیکھا، وہ حالت سجدہ میں تھا، اور انگلی اوپر اٹھائی ہوئی تھی، جیسے کوئی نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کر رہا ہو، پھر میں نے سفید بادل دیکھا، وہ نیچے اترا اور نومولود کو چھپا لیا، وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔

"فکانت آمنة تحدث عن نفسها وتقول :اتانی أت حین مر بی من حمله ستة اشهر فوکزنی برجله فی المنام وقال لی :یاآمنة انک قد حملت بخیر العالمین طراً فاذا ولدتیه فسمیه محمداً ،فکانت تحدث عن نفسها ،وتقول لقد اخذ مایاخذ النساء ،ولم یعلم فی احد من القوم ،فسمعت وجبة شدیدة

و امراً عظیماً۔ فهالنی دلک، فرایت کأن جناح طیر ابیض قد مسح علی فؤادی فذهب عنی کل رعب و کل وجع کنت أجد، ثم التفت فاذا انا بشِرية بيضاء لبنا و كنت عطشى ، فتناولتها فشربتها ،فاضاء منی نورعال ، ثم رأيت نسوة كالنخل الطوال كانهن من بنات عبدمناف يحدقن بی، فبينا أنا أعجب و اذا بديبا ج ابيض قد مدّ بين السماء و الارض ,و اذا بقائل يقول ، خذوه من اعين الناس، قالت ، ورأيت رجالاً قد وقفوا فی الهواء بایدیهم أباریق فضة ، ورأیت قطعة من الطیر قد اقبلت حتی غطت حجری، مناقیرها من الزمرد، واجنحتها من اليواقيت، فكشف الله عن بصری و ابصرت تلک الساعة مشارق الارض ومغاربها ورأيت ثلاثلة اعلام مضروبات :علما فی المشرق وعلماً فی المغرب ، فلما خرج من بطنی نظرت اليه فاذا آنا به ساجداً قد رفع اصبعيه كالمتضرع المبتهل، ثم رايت سحابة بيضاء قد قبلت من السماء حتی غشيه، فغيب عن وجهی۔ (۱)

قحط سالی خوشحالی میں بدل گئی

حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے ساری زمین کو سرسبز کر دیا،

(۱) إمتاع الإسماع للمقريزى :وأما أخبار آمنة بأنها قد حملت بخير البرية :۴/۴۹، السيرة الحلبية : باب ذكر مولده ﷺ : ۱/۸۰، المواهب اللدنية :ومنها :أنه وقع إلي الأرض ساجدا رافعا :۲/۳۳۸، دلائل النبوة :القول فيما أوتى عيسى عليه السلام كل فضيلة : ۱/۶۱۰۔ البداية والنهاية :قصة أخري: ۲/۲۹۹۔

اور روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو بھی پھلوں پھولوں سے لاد دیا، ہر سمت رحمتوں اور برکتوں کی بھرمار کردی، اور قحط زدہ علاقوں میں رزق کی اتنی کشادگی فرمادی کہ وہ سال خوش حالی اور فرحت والا سال کہلایا۔

"وكانت تلك السنة التى حمل فيها برسول الله ﷺ يقال لها سنه الفتح والابتهاج فان قريشا كانت قبل ذلك فى جدب وضيق عظيم فاخضرت الارض وحملك الاشجار واتاهم الرغد من كل جانب فى تلك السنة"۔(۱)

ستارے گرنے لگے

حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو شیطان نے ستاروں کو گرتے ہوئے دیکھا، تو اس نے اپنے لشکر سے کہا، اس رات میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے، جو ہمارے کاموں کو برباد کرے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ستاروں کا ٹوٹنا شیطان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی علامت تھی، شیطان کے لشکر نے کہا، پھر تو جا کر اس بچہ کو تباہ کیوں نہیں کر دیتا، (یہ سن کر شیطان آنحضرت اکی طرف چلا) جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیجا جنہوں نے شیطان کے ایک ٹھوکر ماری جس سے وہ ملک عدن میں جا کر گرا، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ جب شیطانوں کو آسمانوں میں پہنچنے اور وہاں کی باتیں سن لینے سے روک دیا گیا اور انہیں مار مار کر وہاں سے بھگا دیا گیا، تو شیطانوں نے ابلیس سے آ کر اس بات کی فریاد کی، شیطان نے کہا معلوم ہوتا ہے، دنیا میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے، پھر اس نے شیطانوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے پاس زمین کے ہر علاقہ سے تھوڑی مٹی اٹھا کر لائیں (جب شیطان مٹی لے کر آئے تو) ابلیس ہر ہر مٹی کو سونگھ کر

(۱)السيرة الحلبية :باب ذكر مولده ﷺ: ۱/۱۰۰

دیکھنے لگا، یہاں تک کہ اس نے تہامہ (یعنی) مکے کی مٹی سونگھی، اسے سونگھ کر اس نے کہا یہاں (یعنی اس علاقہ میں) کوئی نئی بات ہوئی ہے۔(۱)

حضور ﷺ کا گہوارہ میں بات کرنا

امام صابونی نے ''المائتین'' میں اور خطیب و ابن عسا کر نے اپنی کتب تاریخ میں حضرت عباسؓ بن عبد المطلب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ، مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی، میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے، اور جب اشارہ فرماتے تو چاند چمک جاتا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا میں چاند سے باتیں کرتا تھا، اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا، اور اس کے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا ہوں۔

''إني كنت أحدثه ويحدثني ويلهيني عن البكاء، وأسمع وجبته حين يسجد تحت العرش''(۲)

ارہاصات کی حکمت

اس کے علاوہ اس رات مقتدر وجابر بادشاہوں کے تخت الٹ جانا، بتوں کا سجدے میں گر جانا، بیت اللہ کی دیواروں سے شکر و توحید کی آوازیں زبان حال وقال سے سنائی دینا

(۱) السیرۃ الحلبیۃ: باب ذکر مولدہ ﷺ ۱/۱۰۰

(۲) البدایۃ والنہایۃ، فصل فیما وقع من الآیات لیلۃ مولدہ علیہ السلام ۲: ۳۲۶/، دلائل النبوۃ للبیہقی: باب ماجاء فی حفظ اللہ تعالی، ۲/۴۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، السیرۃ الحلبیۃ، باب تسمیتہ ﷺ ۱: ۱۱۵/۔ بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں احمد بن ابراہیم جیلی ہے جو کہ منفرد ہے، اور مجہول بھی ہے، اور صابونی نے کہا یہ حدیث غریب الاسناد ہے، اور تین معجزات میں حسن ہے۔

،کعبہ کامقام ابراہیم کاشکریہ ادا کرنا،نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہونے کی پیش گوئی دی جانا،کسریٰ نوشیرواں کاوہ محل اچانک گرجانا،ہزاروں سال سے مسلسل جلتی ہوئی قدیم اور مقدس آگ بجھ جانا،اس کے عظیم محل کی بنیادیں ہل کراس میں شگاف پڑ جانا،اس کے چودہ جھروکے اچانک ٹوٹ کرگرجانا؛جبکہ وہ اپنی کشادگی ، بناوٹ اورمضبوطی کے لحاظ سے دنیاکے عجائبات میں سے سمجھاجاتاتھا،اس رات فارس کے تمام آتش کدوں کی وہ آگ بجھ جانا:"لا بل إطفائها إنماهو لوجودهذاالنبی العظیم وظهوره"(۱)

شب ولادت ظاہر ہونے والے یہ واقعات اورصدیوں سے قائم نظام باطل کو درہم برہم کر دینے والے یہ تغیرات،اس بات کااعلان تھے،کہ اب باطل کوحکمرانی اور چیرہ دستی کے دن ختم ہو گئے ہیں، یہ انقلاب ان کے تخت واقتدار کوخس وخاشاک کی طرح بہالے جائے گا،ظلم واستحصال روارکھنے والی قوتیں سرنگوں ہوجائیں گی،ہرطرف اللہ کے بندوں کی حکمرانی ہوگی، یہی مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انقلاب کی صبح دیکھتے ہی دیکھتے یوم کامل میں بدل گئی،اوراس عظیم دن کے طلوع کے بعدزبانِ مصطفی سے اعلان ہوا کہ اب میرے اورقیامت کے درمیان کوئی اوردور نہیں آئے گا،قیامت تک کے لیے دین کامل سےنواز دیا گیاہے۔

ماہ ربیع الاول کی فضیلت

ربیع الاول کی فضیلت صاف طورپرقرآن وحدیث مین مذکورنہیں ہے،لیکن اصولی طورپریہ بات مسلم ہے کہ اس مہینہ میں تاجدارِمدینہ،احمدِ مجتبیٰ،خاتم النبیین،افضل المرسلین، رحمۃ اللعالمین،حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اس لیے ربیع الاول کامہینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کامہینہ ہونے کی وجہ سے برکت اورفضیلت والامہینہ ہے، اس مہینہ کے لیے یہ ایک ایسی فضیلت ہے جوبعض حیثیتوں سے دوسرے مہینوں سے بڑھی ہوئی ہے۔(اگرچہ دوسری حیثیتوں سے رمضان المبارک اورلیلۃ القدروغیرہ کی فضیلت

(۱)السيرة الحلبية،باب ذكر مولده صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۰۷،دارالكتب العلمية،بيروت

زیادہ ہے)(۱)

اسی لیے حضور ﷺ کی ولادت والے سال کو بعض تاریخ نگاروں نے "سنۃ الفتح والابتہاج" (یعنی کامیابی والا اور خوبصورت و تر وتازہ سال) کہا ہے۔

ماہ ربیع الاول کے اعمال

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت کا اس ماہ میں ہونا یقیناً اس مہینہ کی عظمت کو بڑھا دیتا ہے، لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مہینہ کا خوب احترام کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ہر ہر عمل میں اور ہر ہر بات میں آپ کے نقش قدم پر چلا جائے، عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات اور معاشرت بلکہ دین کے ہر شعبہ میں آپ کی پیروی اور اتباع کا اہتمام کیا جائے، شرک و بدعات سے بچا جائے، ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے، نماز کو اہتمام سے ادا کیا جائے، ہر قسم کے رسم ورواج، دکھلاوے اور فضول خرچی سے بچا جائے، اپنے اندر اچھے اخلاق مثلاً صبر، حلم، شکر، تواضع وغیرہ پیدا کیے جائیں اور بُرے اخلاق مثلاً تکبر، غرور، دھوکہ، دکھلاوا، بے جا غصہ، حسد، کینہ وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

غرض یہ کہ اپنے ظاہر اور باطن کو حضور ﷺ کی سیرت کے مطابق ڈھالا جائے، یہی وہ اعمال ہے جن سے عاشق نبی ﷺ ہونے کا پتہ چلتا ہے، اپنی طرف سے اس مہینے کی کسی تاریخ کو کوئی مخصوص عمل ایجاد نہ کیا جائے، آئندہ نیک اعمال کرنے کا پختہ عزم اور عہد کیا جائے اور گناہوں سے سچی پکی توبہ کی جائے۔

عیدِ میلاد النبی کی حیثیت

۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ منانے کا رواج کچھ عرصہ سے مسلسل چلا آرہا ہے، چوں کہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور قرون اولیٰ میں اس "عید" کا کوئی پتا

---

(۱) ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام: ۳۶

اورنشان نہیں ملتا۔اس لیے اکابر علمائے حق ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی ،لہٰذااس رسم کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، مسلمانوں کااصل کام یہ ہے کہ وہ ان رسمی مظاہروں کے بجائے سرکار دوعالم ﷺ کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ایک دن میں عید میلاد منا کر فارغ ہوجانے کے بجائے اپنی پوری زندگی کو آپ ﷺ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر کریں۔

اس پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ جشن عید میلاد النبی کے نام پر یہ قوم دینی تباہی کے کس گڑھے کی طرف جارہی ہے؟ کیوں کہ جن حضرات نے ابتدا میں محفل میلاد وغیرہ کو مستحسن قرار دیا تھا، ان کے چشم تصور میں بھی غالباً وہ باتیں نہیں ہوں گی جو آج ”جشن میلاد النبی“ کا جزوِلازم بنتی جارہی ہیں۔شروع میں محفل میلاد کا تصور ایک ایسی مجلس کی حد تک محدود تھا جس میں سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کا بیان کیا جاتا ہو،لیکن انسان کا نفس اس قدر شریر واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی راہ نمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے،وہ ابتدا میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو،لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کرلیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے، چناں چہ اب اللہ کے محبوب ترین پیغمبر ﷺ کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے،اسے سن کر پیشانی عرق عرق ہوجاتی ہے۔ہر سال”عید میلاد النبی“ کے نام سے صرف کراچی میں ظلم و جہالت کے ایسے ایسے شرم ناک مظاہرے کیے جاتے ہیں کہ ان کے انجام کے تصور سے روح کانپ اُٹھتی ہے،مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور شہر کے تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلاد اس طرح منائی جاتی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر لگا کر بلند آواز سے شب وروز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔

بہت سے سینما ”عید میلاد کی خوشی میں“ سینکڑوں بلب لگا کر ان اخلاق سوز اور برہنہ تصویروں کو اور نمایاں کر دیتے ہیں جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکار دوعالم ﷺ کے احکام کی نافرمانی کی برملا دعوت دیتی ہیں اور انہی مقامات پر انسانیت کی تصویروں کے سائے میں

شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کر دی جاتی ہیں، ایک محلہ میں قدم قدم پر روضہ اطہر اور مسجد نبوی کے نقشے بنا کر کھڑے کئے جاتے ہیں، جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر "خیر و برکت" حاصل کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جب پورے محلہ کو روشنیوں میں نہلا کر، جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لیے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول اللہ ﷺ کا ثواب بھی؟! چناں چہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع رہتا ہے جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔

عید میلاد النبی ایک نو ایجاد عمل

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد آپ کی دنیوی حیات طیبہ میں تقریباً ۶۲ر مرتبہ اور نبوت عطا ہونے کے بعد ۲۳ر مرتبہ اور مدنی زندگی میں دس مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ لوٹ لوٹ کر آیا؛ لیکن اس عرصے میں نہ آپ ﷺ نے خود اپنی میلاد کا اہتمام کیا اور نہ دوسروں کو حکم یا ترغیب دی۔

پھر اس عمل کا ثبوت نہ تو کتاب وسنت میں ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین واتباع تابعین رحمہم اللہ سے ہے جن کے سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تمام لوگوں میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر جو اس کے بعد کے ہیں اور پھر جو ان لوگوں کے بعد ہیں۔(۱) اگر جشن عید میلاد النبی نبی کریم ﷺ سے محبت کے اظہار کا مسنون طریقہ ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ حقدار وہ صحابہ کرام تھے جنھیں اپنے نبی سے اتنی محبت تھی جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے، نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی محبت دیکھنی ہو تو صلح

(۱) بخاری مع الفتح ۷ر۱۰ کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ۳۶۵۰...ر۳۶۵۱

حدیبیہ کے موقعہ پر قریش کے سفیر عروہ بن مسعود ثقفی کا بیان ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ جب وہ قریش کے پاس واپس گئے تو صحابہ کی اپنے نبی سے محبت کا نقشہ کن الفاظ میں کھینچا، عروہ نے کہا ’’اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں سے مل چکا ہوں، میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہ دیکھے ہیں لیکن اللہ کی قسم میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی اس کے ساتھی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی تعظیم محمد ﷺ کے ساتھی، ان کی کرتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر وہ کھنکھارتے بھی ہیں تو ان کے منہ سے نکلنے والا بلغم ان کے کسی نہ کسی ساتھی کی ہتھیلی ہی میں گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو ان کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وضو والا پانی اسے مل جائے، اور جب وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، اور ان کی تعظیم کی بناء پر ان کی نظروں سے نظر نہیں ملاتے۔(۱)

نبی ﷺ سے اتنی عقیدت ومحبت رکھنے والے صحابۂ کرام سے یہ عمل ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، نبی کریم ﷺ نے امت کو ان صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی وصیت اور تاکید فرمائی، فرمان نبوی ہے: ’’پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، اس سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے سے بچو اور دین میں ایجاد کی جانے والی ہر بات بدعت، اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے‘‘۔(۲) ایک روایت میں ہے کہ ’’بدترین کام وہ ہیں جو (دین میں) ایجاد کئے گئے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(۳) ایک اور روایت میں ہے ’’یہود اکہتر فرقوں میں اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ

(۱) بخاری مع الفتح ۵/ ۴۰۱ کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد ۲۷۳۱، ۲۷۳۲

(۲) أبوداوٗد کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ ۴۶۰۷، ترمذی کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجآء فی الأخذ بالسنۃ ۲۶۷۶.....، إبن ماجۃ، باب إتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدین ۴۲، ۴۳

(۳) مسلم مع النووی ۶/ ۳۹۲، کتاب الجمعہ، باب رفع الصوت فی الخطبۃ ومایقول فیہا ۲۰۰۲

گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نجات وہ لوگ پائیں گے جن کا عمل مجھ جیسا اور میرے صحابہ جیسا ہوگا۔(۱)

متذکرہ بالا احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے کتاب وسنت کے بعد خلفاء راشدین اور عام صحابہ کے طریقہ کار کو معتبر قرار دیا ہے اور جب ہم صحابہ کرامؓ کی زندگی میں جھانکتے ہیں تو کہیں بھی اس کا وجود نہیں ملتا، بنابریں عید میلاد النبی کو بدعت کہنے میں ہمیں ذرا بھی تامل نہیں۔

پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جس میں بڑے بڑے فقہائے کرام محدثین عظام اور اولیاء اللہ موجود ہیں انھوں نے بھی کبھی اس رسمی میلاد کو منایا، نہ کبھی سلفِ صالحین نہ یہ محفلیں سجائیں، اس لیے کہ وہاں پوری عملی زندگی شریعت کے ڈھانچے اور سانچے میں ڈھلی ہونے کی وجہ سے ''ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برأت'' کا مصداق تھا۔

بل کہ حقیقت یہ ہے کہ عید میلاد النبی کو ساتویں صدی ہجری ۶۲۵ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی اور موصل کے قریبی شہر اربل کے گورنر ملک مظفر ابوسعید کوکبری نے رواج دیا(۲) اور اس پر بہت مال خرچ کیا، پھر اس کی حرص واتباع میں وزراء وامراء نے اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں، اس کی تفصیل تاریخ ابن خلکان میں موجود ہے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی لکھتے ہیں: ''محفل میلاد کی کتاب وسنت میں سے کوئی دلیل نہیں جانتا اور علماء امت جو متقدمین کے آثار کی اتباع کرنے والے اور دین کے پیشوا ہیں، ان سے بھی یہ عمل منقول نہیں ہے، یہ تو بدعت ہے، جسے جھوٹوں اور مکاروں نے ایجاد کیا ہے، اسے محض نفس پرستی کے نتیجہ میں لوگ بجالاتے ہیں اور اس کا اہتمام لوگوں کا مال

(۱) صحیح / أبو داوٗد کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ ۴۵۹۷، ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرویاء، باب اِفتراق الأمم ۳۹۹۱، ۳۹۹۲

(۲) البدایۃ والنہایۃ ۱۳/ ۱۳۷، الحاوی لسیوطی ۱/ ۱۸۹، ومسئلہ میلاد اسلام کی نظر میں ص ۵۵:

لوٹنے والے کرتے ہیں"۔(۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ربیع الاول میں کوئی خاص حکم اس سے متعلق نہیں،بعض لوگوں نے مولود(میلاد) کو اس میں ضروری کرلیا ہے اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ ذکرِ رسول سے منع کرتے ہیں،اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی نماز نجس (ناپاک) کپڑوں سے پڑھے تو اسے منع کریں گے کہ نماز نہ ہوگی،بلکہ نیکی بر باد گناہ لازم ہوگا(اب جو یہ کہے کہ نماز سے روک رہے ہیں تو یہ کم علمی کی بات ہوگی)

نعوذ باللہ جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے کون منع کرتا ہے یہ تو تہمت ہے،بل کہ بے طریقہ ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں ،اس کا معیار ہمارا پس صحابہؓ کا طریقہ ہے، چناں چہ اس زمانے میں ذکرِ شریف ہوتا تھا نہ مٹھائی کی قید تھی،نہ اس طور پر فرش وفروش وروشنی وغیرہ کا اہتمام تھا،نہ کوئی خاص زمانہ مقرر تھا،نہ کوئی قیام کرتا تھا،بلک شوق ومحبت سے ذکر کرتے تھے(۲)

❁❁❁

(۱)المورد فی الکلام عن المولد ص ۲۰:، ۲۲ بحوالہ دین کامل ص ۳۳۹:

(۲)خطباتِ حکیم الامت ج :۴ ص: ۴۱۳

منکراتِ رسمی میلاد

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں حقیقی اور رسمی میلاد کا فرق اصولی طور پر خوب اچھی طرح واضح ہوگیا، اب مرۆجہ رسمی میلاد کے متعلق کچھ خرابیوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۲؍ربیع الاول کو عید کا دن قرار دینا

اِس دن کی ایک رسم یہ ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول کو عید بل کہ عیدِ اکبر قرار دیا جاتا ہے، شرعی اعتبار سے عید کے دنوں کی اسلام نے خود نہ صرف تعیین کر دی ہے بل کہ اس سے متعلق تمام تر تفصیلی احکام بھی بتلا دیے ہیں جس کے بعد کسی مسلمان کو نہ تو اس تعیین کے اندر تبدیلی کا حق ہے اور نہ ہی اس کے احکام میں کمی زیادتی کی گنجائش باقی ہے۔

چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمھارے ان تہواروں کی کی اصلیت ارتاریخ ہے؟) انھوں نے عرض کیا کہ : ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن عطا فرما دیے ہیں (اب وہی تمھارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن، دوسرا عید الفطر کا دن''۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ- الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ :مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ ,قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي

الْجَاهِلِيَّةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ - ﷺ - إِنَّ اللهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔ (۱)

جولوگ ۱۲/ربیع الاول کو بھی عید قرار دیتے ہیں اور مناتے ہیں انھوں نے اس دن کا نام ہی عید میلاد النبی رکھ لیا ہے، بل کہ بعض نے اتنا غلو کیا ہے کہ اس دن کو اسلام کی پہلی اور بعض نے بڑی عید قرار دیا ہے اور اس میں مختلف رسمیں اور نئے نئے غیر اسلامی طور طریقے اختیار کر لیے ہیں، حتی کہ بعض علاقوں سے یہ خبر بھی ملی ہے کہ لوگوں نے عید میلاد النبی کے عنوان سے نمازیں بھی پڑھی ہے، العیاذ باللہ

ان سب چیزوں کی اسلامی مزاج سے کسی بھی طرح مطابقت نہیں۔

حضور پاک ﷺ کی وفات کا صدمہ یا جشنِ میلاد

یہ بات بالکل صاف ہے کہ ربیع الاول صرف آپ ﷺ کی ولادت ہی کا مہینہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی وفات کا بھی مہینہ ہے، ایک مسلمان کو آپ کی وفات کے مہینہ میں اس طرح کا جشن منانا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

آپ ﷺ کے وصال کا صحابہؓ پر کیا اثر ہوا؟ اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کا مشاہدہ کیا ہے جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی میں نے کوئی دن اس سے زیادہ قبیح تر (غمگین) نہیں دیکھا۔

شهدت اليوم الذى توفى فيه رسول الله ﷺ فلم أر يوما كان اقبح منه (۲)

ایک روایت فرماتے ہیں کہ جب وہ دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مدینے کی ہر چیز (غم کے) اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

---

(۱) ابو داود، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین، رقم الحدیث: ۱۱۳۶

(۲) مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۴۳۹۰ کتاب المغازی والسرایا۔

لما کان الیوم الذی مات فیہ رسول اللہ ﷺ أظلم من المدینۃ کل شئ(۱)

حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی وفات کے حادثہ سے ایک لمبے عرصہ تک متاثر رہے۔

چناں چہ حضرت حسان بن مخارق فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر ﷺ کی وفات کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگوں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے اور یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک (آنسوؤں سے) تر ہوگئی۔

قام ابو بکر علی المنبر بعد وفاۃ النبی ﷺ فقال یاایھاالناس انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول و بکی حتی ابتلت لحیتہ(۲)

غیروں کے ساتھ مشابہت

علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یوم پیدائش منانے کا یہ تصور مسلمانوں میں عیسائیوں سے آیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش کرسمس ڈے کے نام سے ۲۵/دسمبر کو منایا جاتا ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، آپ کے حواریین اور صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کر دی اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش منائیں گے۔

اُس وقت بھی جو لوگ دین عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے انہوں نے ان سے

---

(۱) مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۴۳۸۹ کتاب المغازی والسرایا۔

(۲) مسند ابی بکر الصدیق لابی بکر احمد بن علی بن سعید الأموی المروزی، حدیث نمبر: ۱۳۴

کہا کہ تم نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یوم پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں ہے بس ہم اس دن جمع ہو جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا اس لیے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہے ہیں۔

شروع میں تو صرف چرچ میں ایک اجتماع ہوتا ایک پادری صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کر دیتے، اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد انھوں سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرا دیتے لیکن یہ خشک قسم کی تقریری ہے، اس کو دلچسپ بنانے کے لیے اس میں موسیقی بھی ہونا چاہیے، اسی طرح ہوتے ہوتے وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا، جس ناچ گانا، موسیقی، شراب نوشی، جُوا اور دنیا بھر کی ساری خرافات شامل ہوگئی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا دور دور تک کوئی پتہ باقی نہیں رہا۔(۱)

اس کے علاوہ شیعہ کی طرح جلوس وغیرہ نکالے جاتے ہیں، یہ سب غیروں کے ساتھ مشابہت ہے اور حدیث میں ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوگا۔

قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم (۲)

میلاد النبی کا جلوس اور سڑکوں کا ناجائز استعمال

میلاد النبی کے ان جلوسوں کا گزر عام طور پر سڑکوں اور شارعِ عام سے ہوتا ہے، جگہ جگہ نعت خوانی اور مقابلہ آرائی کی وجہ سے یہ جلوس وقفہ وقفہ سے روانہ ہو رہا ہوتا ہے جس کی وجہ

(۱) ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام: ۱۸۷

(۲) ابوداود، حدیث نمبر: ۴۰۳۱ کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة المكتبة العصريه صيدا، بيروت

سے آنے جانے والی سواریوں اور مسافروں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض لوگوں کے نظام میں شدید خرابی اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے، مسافروں مریضوں اور مختلف ضرورت مندوں کو اپنی منزل تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔

سیرت النبی اور میلاد النبی کے نام پر سڑک میں رکاوٹ ڈال کر دور کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

خاص طور پر آج کی مصروف زندگی میں اگر کسی شخص کو اپنے مطلوبہ مقصد تک پہنچنے میں چند منٹ کی بھی تاخیر ہو جائے تو بعض اوقات ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے، کسی مریض کو ہسپتال پہنچانا ہو یا کسی بیمار کے لیے دوا لے جانی ہو یا کوئی مسافر بس اڈے، یا ریلوے اسٹیشن یا ہوائی اڈے پہنچنا چاہتا ہو اور اس سیرت النبی کے مبارک عنوان والے جلسے جلوس کی وجہ سے اسے پانچ منٹ کی تاخیر ہو جائے تو کہنے کو یہ پانچ منٹ کی تاخیر ہے لیکن اس تھوڑی سی تاخیر کی وجہ سے بیمار دنیا سے رخصت ہو سکتا ہے، مسافر وقت مقررہ پر اپنی منزل تک پہنچنے سے بالکل محروم ہو سکتا ہے، اور بہت سے اجتماعی اور انفرادی پروگراموں کا نظام درہم برہم ہو سکتا۔

ایک طرف تو حضور ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ:

''مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہے''

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (۱)

اور دوسری طرف ہماری بے حسی کا یہ عالم ہے کہ حضور ﷺ اور اسلام ہی کے نام پر دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کیا ہوا ہے اور اپنی بد اخلاقیوں کے ذریعہ برادرانِ وطن کو اسلام سے دور کرنے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱ کتاب الایمان

میلاد النبی اور نمازوں کا ضیاع

اس دن دیکھنے میں یہ آیا کہ اِدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کے جلسے کے انتظامات ہو رہے ہیں اُدھر نماز ہو رہی ہے اور اس کا کچھ ہوش نہیں، رات دیر تک نعت خوانیاں ہو رہی ہیں، اور صبح فجر کی نماز جا رہی ہے، بل کہ دن بھر کی نمازوں کا کوئی خیال نہیں۔

جس کو خوش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس ذات نے تو اپنی خوشی نماز میں بتلائی ہے۔

❁❁❁

ماہ ربیع الاول کے منکرات

چوں کہ نبی آخرالزماں ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے اس ماہ کومحترم ومعظم قرار دیا گیااس لیے اس میں اہتمام کے ساتھ ان اعمال کو کرنا چاہیے جو پیارے آقا ﷺ سے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے ثابت ہے،اس کے علاوہ کسی بھی غیر شرعی چیز کو دین کا حصہ بنا کر شریعت کے نام پر کرناممنوع اورمنکر ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ حضور ﷺ کی طریقے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لوگوں نے چند غیر شرعی چیزوں اور بدعات کوفروغ دے دیا،جب کہ یہ سب اعمال اس ماہ کی ناقدری کاواضح ثبوت ہے۔۔۔۔۔چند منکرات وبدعات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔۔۔

مروجہ قرآن خوانی

قرآن کریم کی تلاوت کرنااوراس کا ثواب مرحومین تک پہنچا ایک اچھا عمل ہے،لیکن ۱۲/ربیع الاول کی مناسبت سے اس میں جن چیزوں لازم سمجھا جاتا ہے،اس کا کوئی ثبوت نہیں،بلکہ اس میں بہت سی ناجائز چیزوں کاارتکاب بھی ہوجاتا ہے۔مثلاً

(۱)ایصال ثواب کے لیے قرآن مجید اکٹھے ہو کر پڑھنا ضروری سمجھنا،جب کہ یہ ضروری نہیں ہے،جس وقت جس جگہ سے کوئی اخلاص کے ساتھ قرآن کا کوئی حصہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہے تو کرسکتا ہے،لیکن اس قرآن خوانی جمع ہو کر پڑھنے کوضروری سمجھا جاتا ہے، جوکہ منع ہے۔(۱)

(۲) قرآن مجید پڑھ کر یا کسی بھی دوسرے عمل کے ذریعہ ایصال ثواب کے لیے اپنی طرف سے کوئی دن یا تاریخ متعین کرنا جائز نہیں ہے،اس طرح کا عمل دین میں زیادتی ہے،جوکہ گناہ ہے۔

---

(۱)از ملخص: ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام :۱۳۹

(۳)ایصالِ ثواب کے لیے جس طرح درست طریقہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اُس عمل میں اخلاص بھی ضروری ہے، آج کل کی مروجہ قرآن خوانی میں یہ چیز تقریباً مفقود ہے، کیوں کہ قرآن خوانی کے بعد انتظام کرنے والوں کی طرف سے کھلانے پلانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور قرآن پڑھنے والوں کی بھی یہ نیت ہوتی ہے کہ کھانے پینے کو ضرور ملے گا، اور تقریباً جگہوں پر قرآن کے عوض میں پیسوں کا لین دین بھی ہوتا ہے، جو شرعاً بالکل ناجائز ہے مفسرین نے ایسے لوگوں کو "اشتروا بآیات اللہ ثمناً قلیلا" کے زمرے میں شمار کیا ہے، اسی وجہ سے اگر پہلے معلوم ہو جائے کہ یہاں کچھ ملنے والا نہیں ہے اور نہ کھانے پینے کا کوئی انتظام ہے تو وہاں قرآن خوانی کے لیے پہنچنے والے افراد بھی مشکل سے ملتے ہیں۔
لہذا ایصال ثواب کے لیے قرآن مجید پڑھ کر اجرت نہ خواہ وہ کسی شکل میں ہو بہر حال ناجائز ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے مال کھائے تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی والا ہوگا، اس پر گوشت نہ ہوگا"

"قال رسول اللہ ﷺ من قرأ القرآن يتأكل به الناس جاءيوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم"(۱)

اور ظاہری بات ہے کہ جب قرآن پڑھنے والوں میں اخلاص نہ ہو تو اس کا ثواب ان کو ہی حاصل نہیں ہوگا تو ایصال ثواب کیسے کر سکیں گے؟(۲)

۱۲/ربیع الاول کو کھانا کھلانا اور سبیلیں لگانا

آج کل لوگ اس تاریخ کو کھانا کھلانے کا بہت اہتمام کرتے ہیں، اور اس کا ثواب

(۱)شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۲۳۸۴
(۲)ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام: ۱۴۲

حضورﷺ کی روح کو پہنچاتے ہیں،اور بعض حضورﷺ کی ولادت کی خوشی میں بطورِ شکرانے کے یہ عمل انجام دیتے ہیں،اور بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے اس عمل سے حضورﷺ خوش ہو کر ہمارے مسائل ومصائب دور کر دیں گے۔

یقیناً شریعت میں کھانا کھلانا بہت پسندیدہ عمل بتایا گیا ہے،لیکن کسی مخصوص دن کو اس کام کے لیے مخصوص کر لینا اور اس کو دین سمجھنا اور اس طرح کے خیالات رکھنا جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں،یہ دین میں زیادتی ہے،جو بہر حال گناہ ہے۔

اس کھانے اور خاص کر ربیع الاول کی سبیل سے پینے کو عام طور پر لوگ دوسرے کھانوں وارمشروبات سے افضل بل کہ ثواب اور تبرک سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں اسی وجہ سے ضرورت ہو یا نہ ہو بہرصورت اس کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ کہیں اس فضیلت اور تبرک سے محرومی نہ ہو جائے،یہ بھی دین میں زیادتی ہے۔

اگر کھانا کھلانے میں کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ ’’حضورﷺ اس عمل سے خوش کر مصائب دور کر دیں گے‘‘ تو گویا اس نے حضورﷺ کو نفع نقصان کا مالک سمجھا،جب کہ اس قسم کا عقیدہ شرک یا کم از کم گناہِ عظیم ضرور ہے۔

بہر حال ایصال ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جس دن وفات ہوئی ہو اس دن یہ سب اہتمام کیے جائے،کسی بھی وقت ایصال ثواب کی نیت سے کچھ نیک کام کر کے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے،اس میں مزید اپنی طرف سے نئی باتیں پیش کرنا گناہ ہے۔

بارہ ربیع الاول کا روزہ

بعض لوگ خصوصیت کے ساتھ ۱۲/ربیع الاول کو روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں،اس دن روزہ رکھنے کو باعثِ فضیلت سمجھتے ہیں،حالانکہ قرآن وحدیث،صحابہ وفقہائے کرام سے خاص ۱۲/ربیع الاول کو روزہ کا مستحب وثواب ہونا ثابت نہیں،لہذا اس کا اہتمام کرنا بھی منع ہے۔

۱۲ربیع الاول کو کاروبار کو ناجائز اور چھٹی کو ضروری سمجھنا

بعض لوگ ۱۲ربیع الاول کو کاروبار کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس دن چھٹی کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر اس دن کاروبار کیا جائے اور چھٹی نہ کی جائے تو رزق میں تنگی ہوتی ہے، جب کہ شرعاً یہ سوچ غلط ہے، کسی جگہ قرآن وحدیث میں اس دن کاروبار کرنے اور جائز کام میں مشغول رہنے کی ممانعت نہیں اور نہ ہی اس دن چھٹی کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے۔

بس خلاصہ یہی ہے کہ شرعاً جو باتیں اس ماہ میں کرنے سے متعلق بتائی گئی ہے وہی کی جائے، ان کے علاوہ کوئی دیگر کام دین میں زیادتی ہے جو نیکی برباد اور گناہ لازم کرنے کے مترادف ہے، اللہ ہم سب اپنے دن کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

ماہ ربیع الاول کے چند تاریخی واقعات

اس مہینے میں کئی اہم واقعات پیش آئے، جن کی وجہ سے اس مہینے کو تاریخ اسلام میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ان میں سے چند واقعات مندرجہ ذیل ہیں:

ربیع الاول میں مسجد قبا کی تعمیر

ماہ ربیع الاول ۱ھ میں مسجد قبا کی تعمیر ہوئی۔

جب انصار کو پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچنے والے ہیں تو انصار روزانہ صبح سویرے، مدینہ منورہ سے محبوب آقا کے استقبال کیلئے قباء آجاتے، انتظار کرتے ہوئے دھوپ ہوتی تو واپس مدینہ چلے جاتے تھے، رسول اکرم ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں قباء پہنچے تو بنوعمرو بن عوف میں قیام کیا، آرام کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام مسجد قباء کی تعمیر کا کیا، یہ مسجد کلثوم بن ہدم کی زمین پر تعمیر کی گئی، مسجد کا پہلا پتھر نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے قبلہ رخ رکھا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایک پتھر رکھا، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی کریم خود بھی مسجد کی تعمیر کیلئے کام کرتے رہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ برابر محنت فرماتے رہے، اسلام میں سب سے پہلے یہی مسجد تعمیر کی گئی جو ۸/تا ۱۱/ ربیع الاول ۱ھ مطابق ۳/ستمبر ۶۲۲ء کے درمیان تعمیر کی گئی، اسی مسجد کی شان میں آیت "لمسجد اسس علی التقوی" نازل ہوئی(۱)

فائدہ: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کی ادائیگی کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے تاکہ یکسوئی کے ساتھ نمازیں ادا کی جاسکے، اسی لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے کام مسجد کی تعمیر فرمائی۔

(۱) البدایۃ والنہایۃ، ج:۳ ص:۲۵۴ بحوالہ ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام:۲۵۱ مطبوعہ ادارہ غفران، راولپنڈی

بعد میں منافقین نے اس مسجد کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس میں نماز ادا کرنے کی دعوت دی، حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کو ان کے فریب سے آگاہ کیا اور یہ آیت نازل ہوئی: ''کچھ اور لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کیلئے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں اور (اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کیلئے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف برسرپیکار ہو چکا ہے، وہ ضرور قسمیں کھا کرکہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں، تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔''(۱)۔

قرآن کریم میں منافقین کی مسجد کو مسجد ضرار کا نام دیا گیا، رسول اکرم ﷺ نے اسے زمین بوس کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔

اِس وقت اس کا ایک سادہ مینار، وسط میں گنبد اور رقبہ 40 مربع میٹر تھا، 1988ء کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہو گیا ہے اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے، اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پرشکوہ مینار بھی اس مسجد کی عظمت میں اضافہ کرتے ہیں، اس میں 6 بڑے گنبد ہیں، ہر ایک کا قطر 12 میٹر ہے، مسجد پر 56 چھوٹے گنبد ہیں، ہر ایک کا قطر 6 میٹر ہے، مسجد کی پوری عمارت 13600 مربع میٹر رقبے میں پھیلی ہوئی ہے، مسجد کے ساتھ ایک لائبریری اور زائرین کیلئے مارکیٹنگ ایریا بھی رکھا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مرقوم ہے کہ:

''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہو گا''(۲)

(۱)التوبہ 107

(۲)سنن ابن ماجہ (1/453)

"حدثنا محمد بن سليمان الكرماني، قال :سمعت أبا أمامة بن سهل بن حنيف، يقول :قال سهل بن حنيف :قال رسول صلى الله عليه وآله وسلم»:من تطهر في بيته ثم أتى مسجد قباء، فصلى فيه صلاة، كان له كأجر عمرة

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ"نبی کریم مسجد قباء کی زیارت کیلئے کبھی سوار اور کبھی پیدل تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے"۔(۱)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال» :كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يأتي مسجد قباء كل سبت، ماشياً وراكباً«۔ وكان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما »يفعله«"

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح

ماہ ربیع الاول ۳ھ میں ام کلثومؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا؛لیکن رخصتی سے قبل طلاق ہوئی جس کی وجہ ابولہب کی اسلام دشمنی تھی۔

تفصیل یہ ہے کہ ام کلثوم بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاجزادی ،نبوت سے ۶/سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں،شعب ابی طالب میں دیگر صحابہ وصحابیات کے ساتھ مشقتیں برادشت کیں،حضرت خدیجہؓ کے بطن سے نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں،اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں،اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہُ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

ام الکلثومؓ پہلے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے بیاہی گئی تھیں مگر سورۃ تبت یدا میں ابولہب کی برائی سن کر عتیبہ اس قدر طیش میں آگیا کہ اس نے گستاخی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھپٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیراہن شریف کو پھاڑ ڈالا اور ام کلثومؓ کو طلاق دے دی حضور

(۱) صحیح البخاری (61/2)

رحمت عالمﷺ کے قلب نازک پر اس گستاخی اور بے ادبی سے انتہائی صدمہ گذرا اور جوش غم سے آپﷺ کی زبان مبارک سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ" یااللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے"اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ملک شام کے راستہ میں یہ قافلہ کے بیچ میں سویا تھا اور ابولہب قافلہ والوں کے ساتھ پہرہ دے رہا تھا مگر اچانک ایک شیر آیا اور عتیبہ کے سر کو چبا گیا اور وہ مرگیا۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا)

آپ کی بہن رقیہ، عثمان غنی کی بیوی تھیں ۲ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر رقیہ کا انتقال ہو گیا تو عثمانؓ بہت مغموم رہنے لگے، انہیں اس بات کا بہت زیادہ غم تھا کہ حضورﷺ سے قرابت داری کا جو اہم رشتہ تھا وہ ٹوٹ گیا۔

حفصہؓ کے شوہر خنیس بن حذافہؓ کی شہادت کے بعد عمرؓ کو حفصہ کے نکاح کی فکر ہوئی، اسی زمانہ میں رقیہؓ بنت محمدﷺ کا انتقال ہو چکا تھا، عمرؓ عثمانؓ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا، چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی، تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

ایک دن نبی کریمﷺ نے عثمان کو غمگین دیکھا تو فرمایا"مالی اراک مغموما؟" عثمان تمہیں کیوں غمزدہ دیکھ رہا ہوں؟ سیدنا عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا: آقا! مصیبت کا جو پہاڑ مجھ پر گرا ہے کسی اور پر نہیں گرا، اللہ کے رسولﷺ کی بیٹی جو میرے نکاح میں تھی۔ انتقال کر فرما گئیں، جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور وہ رشتہ مصاحبت بھی ختم ہو گیا جو میرے اور آپﷺ کے درمیان تھا، نبی کریمﷺ نے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ جبرئیل میرے پاس آے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہﷺ کے لیے مقرر ہوا تھا اُسی کے موافق ام کلثومﷺ کا مہر ہو۔(۱)

چنانچہ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ ربیع الاوّل ۲ ر ہجری میں ہوا،

---

(۱)ابن ماجہ۔اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۶۔کنز العمال ج ۶ ص ۵۷۳

اور جمادی الاخریٰ میں رخصتی ہوئی ۔(۱)

اس حوالے سے عثمان ؓ کو رقیہ کے بعد حضور ﷺ کی دامادی کا شرف پھر حاصل ہوا، اسی لیے عثمان غنی کو ''ذوالنورین'' یعنی دونوروں والا کہتے ہیں، حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان غنی رضی للہ عنہ کے نکاح میں رہیں، ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔(۲)

ایک دن حضور ﷺ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف گئے اور فرمایا : بیٹی : عثمان کہاں ہیں؟ ۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ کسی کام سے گئے ہیں پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ حضرت ام کلثوم ؓ نے عرض کیا، اباجان وہ بہت اچھے اخلاق والے اور بلند مرتبہ شوہر ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا : بیٹی ایسا کیوں نہ ہوتا، وہ دنیا میں تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ حضرت محمد ﷺ سے بہت مشابہ ہیں ۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات

سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ حضورِ اکرم ﷺ کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں ،آپ کی ولادت با سعادت ۹/رجب المرجب 630ء مدینہ منورہ کے قریب مقام ''عالیہ،مشربہ ابراہیم'' کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے، ماریہ قبطیہ تھا جو ملوک مصر کی بیٹیوں میں تھیں، جنہیں رسول خدا کے خط کے جواب میں حاکم مصر نے تحائف کے ساتھ بھجوایا تھا۔

آپ ؓ کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع ؓ نے مقام

(۱) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۲ ۔اسد الاغابہ لابن اثیر الجزری ج ۵ ص ۳۱۶

(۲) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۲

عالیہ سے مدینہ آ کر بارگاہِ اقدس میں سنائی یہ خوشخبری سن کر حضورِ اکرم ﷺ نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع ؓ کو ایک غلام عطافرمایا۔

اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو ''یااباابراہیم'' کہہ کر پکارا،حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرادیا اور ''ابراہیم'' نام رکھا۔

ابراہیم ؓ کی ولادت کے بعد رسول اللہ خوشی میں نو حضرت عائشہ ؓ کو دکھاتے ہوئے فرمایا :دیکھو یہ بچہ کس قدر میرا ہم شکل ہے ۔(۱)

پھر ان کو دودھ پلانے کے لیے حضرت ام سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا ان کے شوہر حضرت ابوسیف ؓ لوہار کا پیشہ کرتے تھے ۔

آپ ﷺ کو حضرت ابراہی رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ محبت تھی اور کبھی کبھی آپ ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے ۔

حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول للہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوسیف ؓ کے مکان پر گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابراہی رضی اللہ عنہم جان کنی کے عالم میں تھے یہ منظر دیکھ کر رحمتِ عالم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے عرض کیا کہ :یارسول للہ ﷺ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے اس کے بعد پھر دوبارہ جب چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ ''اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبَ يَحْزَنُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلاَّ مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ''

حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے ،ہمیں تمہارا دکھ ہے، آنکھ آنسو بہاتی

(۱)انساب الاشراف، ج۱ص۔۴۵۰

ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔

جس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج گرہن لگا عربوں کے دلوں میں زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ جما ہوا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے۔

چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن حضرت ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے حضورِ اقدس ﷺ نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے کہ اہلِ جاہلیت چاند یا سورج گرہن ہونے کا کسی خاص شخص کی پیدائش یا وفات سے تعلق جوڑ تھے تھے، اور اتفاقاً اس وقت آپ ﷺ کے لختِ جگر کا انتقال ہوا، چناں چہ بعض لوگوں کا ذہن سابق عادت کے مطابق اس طرف گیا، آپ کے فرمانے سے اس فاسد عقیدے کی اصلاح ہوئی (۱)

”اِنَّ الْشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیاتِ االلہ لَایَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَادْعُوا اللہَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ“۔(۲)

یقیناً چاند اور سورج للہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزند ابراہی رضی اللہ عنہم نے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں کی اور دنیا سے چلا گیا اس لیے للہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہشت میں ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرما دیا ہے جو مدت رضاعت بھر اس کو دودھ پلاتی رہے گی۔

(۱) ماہ ربیع الاول کے فضائل واحکام : ۲۵۲ مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی

(۲) بخاری جلد 1 ص 145 باب الدعاء فی الخسوف

تاریخ وصال میں اختلاف ہےلیکن جیسا کہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیمؓ کے وصال کے دن عرب میں سورج گرہن لگا، روایت ہے کہ حضورﷺ نے حضرت ابراہی رضی اللہ عنہ م کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ (۱)

حضورﷺ کی وفات

ماہ ربیع الاول ۱۰ ھ کو دنیا کا سب سے بڑا سانحہ یعنی دو جہاں کے سردار آقائے نامدار رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انتقال ہوا، سارے صحابہؓ حواس باختہ تھے، کسی کو آپ ﷺ کی وفات پر یقین نہیں ہو رہا ہے تھا، حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت پاک ﷺ کی وفات ہوگئی ہے میں اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ اُمّی تھے، اس سے پہلے ان میں کوئی نبی نہیں آیا تھا، لہٰذا حضرت عمرؓ کی بات پر سب خاموش ہو گئے۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ اے سالم! جاؤ حضرت پاک ﷺ کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے آؤ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا دہشت کے عالم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا : کیا حضور پاک ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضور پاک ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو! چنانچہ میں بھی ان کے ہمراہ چل دیا، جب آپ تشریف لائے تو لوگ حضور پاک ﷺ کے مکان پر جمع تھے۔ آپ نے فرمایا: لوگو مجھے راستہ دو، چنانچہ لوگوں نے آپ کو راستہ دے دیا۔ آپ آئے اور حضور پاک ﷺ پر گہری نظر ڈال کر آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، آپ کو چھوا اور یہ آیت پڑھی:

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰۰

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (۱)

آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا حضور پاک ﷺ وفات پا گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ لوگ سمجھ گئے اور ان کو یقین ہو گیا۔

آپ ﷺ کی وفات سے امت کو جہاں بہت سارے اسباق ملتے ہیں وہیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ آپ ﷺ پر جب نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو بعثت نبوی کی ذمہ داری اس امت کو سونپ دی گئی، لہذا اس امت پر یہ بات لازم ہے کہ وہ ساری انسانیت تک نبی ﷺ کے لائے ہوئے اس پیغام کو پہنچائے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات

ماہ ربیع الاول ۱۸ھ میں صحابی رسول حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات ہوئی۔

حضرت معاذؓ ابتداء ہی سے ہونہار تھے، آں حضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے، اور ان کا شمار صحابہ کے برگذیدہ افراد میں ہونے لگا۔

فتح مکہ کے بعد آں حضرت ﷺ نے ان کو امارتِ یمن کے لیے منتخب فرمایا اگر چہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا، تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا، پوچھا "فیصلہ کس طرح کرو گے؟" حضرت معاذؓ نے کہا کہ قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا، فرمایا "اگر اس میں نہ ملے" کہا کہ سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا "اور اس میں بھی نہ ہو" کہا میں خود اجتہاد کروں گا، آں حضرت ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

جب روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سردار دوعالم ﷺ ساتھ چلے، حضرت معاذؓ

---

(۱) سورۃ الزمر: ۳۰

اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے، اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، جس کے ایک فقرہ سے شفقت ومحبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا معاذ! تم پر قرض بہت ہے، اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اجازت دیتا ہوں، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرورکائنات ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا شائد اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے تو میری بجائے میری قبر ملے گی، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار وقطار رونے لگے، آں حضرت ﷺ نے فرمایا نہ رؤو، رونا شیطانی حرکت ہے، رخصت ہونے لگے تو آں حضرت ﷺ نے فرمایا ''خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا کہ میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں، خواہ کوئی ہوں''۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے امر بالمعروف میں کبھی ملامت کی پروانہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم شام تھے، ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔(۱)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات

ماہ ربیع الاول ۲۰ھ میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ۳ھ میں وحی الٰہی کے ذریعہ حکم ہونے پر آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا،

اسی دعوتِ ولیمہ میں آیتِ حجاب اتری، جس کی وجہ یہ تھی کہ چند آدمی مدعو تھے، کھا کر باتیں کرنے لگے اور اس قدر دیر لگائی کہ رسول کریم ﷺ کو تکلیف ہوئی، رسول اللہ ﷺ فرط مروت سے خاموش تھے، بار بار اندر جاتے اور باہر آتے تھے، اسی مکان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کا منہ دیوار کی طرف تھا۔

آں حضرت ﷺ کی آمدورفت کو دیکھ کر بعضوں کو خیال ہوا اور اٹھ کر چلے گئے، حضرت

(۱) سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ج:۵، ص:۱۴۵، ۱۶۴

انس ؓ نے آں حضرت ﷺ کو جو دوسری ازواج کے مکان میں تھے، اطلاع دی آپ باہر تشریف لائے تو وحی کی زبان اس طرح گویا ہوئی۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتَ النَّبِیِّ إِلَّا أَنْ یُؤْذَنَ لَکُمْ إِلَی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِینَ إِنَاهُ وَلَکِنْ إِذَا دُعِیتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِینَ لِحَدِیثٍ إِنَّ ذَلِکُمْ کَانَ یُؤْذِي النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیِي مِنْکُمْ وَاللهُ لَا یَسْتَحْیِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ۔

اے ایمان والو نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جاوے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو، لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی (علیہ السلام) کو ناگوار ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کے لیے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول (علیہ السلام) کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔(۱)

حضرت زینب ؓ باقی ازواج مطہرات پر اس کی وجہ سے فخر بھی کیا کرتی تھیں کہ ان کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی۔

آں حضرت ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا تھا ''تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا'' یہ سخاوت کی طرف اشارہ تھا، لیکن ازواجِ مطہرات اس کو حقیقتاً ہاتھ کا بڑا ہونا سمجھیں، چناں چہ باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں، حضرت زینب ؓ اپنی سخاوت کی

(۱) سیر الصحابیات ؓ ص: ۷۳

بنا پر اس پیش گوئی کا مصداق ثابت ہوئیں، ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے انتقال کیا۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ اختلاف سے بچنا اور اتحاد کا پیدا کرنا بہت ضروری ہے اور اختلاف سے بچنے کا راستہ سنت کے طریقہ پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا ہے۔

لہٰذا جو لوگ مختلف بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو بدعات چھوڑ کر سنت پر عمل کرنا چاہیے جو اتحاد و اتفاق کا صحیح طریقہ و معیار ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔